احوال وسوانح

مولانا حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
استاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

دار العلوم حقانیہ کے سابق استاذ حدیث شہید شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جانؒ

علامات قیامت میں سے ایک یہ ہے کہ دنیا سے علم اٹھ جائیگا۔ اسکی مزید وضاحت بخاری اور مسلم شریف کی ایک متفق علیہ روایت میں عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کی ہے کہ علم لوگوں کے دلوں سے سلب نہیں کیا جائیگا بلکہ علم والوں کی موت سے علم اٹھالیا جائیگا۔ لا الہ الا اللہ کے نام پر حاصل ہونے والے اس ملک پاکستان میں گزشتہ کئی دہائیوں سے خیبر سے کراچی تک نہ جانے کتنے لا الہ الا اللہ کے علمبرداروں (علماء کرام) کو ناحق بیدردی سے خاک وخون میں نہلایا گیا۔ افسوس کہ کسی کے بارے میں آج تک یہ معلوم نہ ہو پایا کہ ان عظیم شخصیات کے سینے کن بدبخت لعنتیوں نے چھلنی کئے۔ یہ نہ صرف اس ملک کے لاء اینڈ آرڈر کے اہلکاروں کی نااہلی ثابت کرتی ہے بلکہ اس سے حکمرانوں کا دین سے غفلت اور خواب خرگوش کی مستی میں مبتلاء ہونا بھی عیاں ہوتا ہے۔ پشاور کے عین وسط میں متحدہ مجلس عمل اور وزیر اعلیٰ ہاؤس کے ناک کے نیچے وزیر باغ کے علاقے میں ایک عظیم استاذ، سکالر، مؤرخ 'غزالی زماں 'رازی دوراں' عاشق رسول ﷺ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جانؒ کو بیدردی سے رمضان المبارک کے مقدس مہینے کے پہلے عشرے کے دوسرے روز عین افطاری کے لمحات میں شہید کیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ رات آٹھ بجے کے خبرنامہ میں جب انکی شہادت کی دلدوز خبر میں نے سنی تو اوسان خطا ہوگئے۔ سکتہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اسوقت سے اب تک صدمہ اور غم تازہ ہے۔ وما کان قیس هلکه هلک واحد ولکنه بنیان قوم تهدما اس واقعے سے پورے ملک کے علماء، دیندار اور مخلص مسلمانوں کو جس قدر غم واندوہ اور تکلیف ودرد پہنچا اس کا اندازہ قیوم سٹیڈیم میں ان کے نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں نے بخوبی کرلیا ہوگا۔ حکومتی اہلکار جب قیوم سٹیڈیم میں فاتحانہ انداز سے جنازے میں شرکت کے نام پر داخل ہوئے تو ہزاروں مشتعل لوگوں نے ان کی نااہلی کے سبب ان کا استقبال جوتوں، پتھروں اور نجانے ان جیسے کتنی حقیر اشیاء سے کیا۔ اسکے باوجود متحدہ مجلس عمل اور حکومت اپنی نااہلی سے منہ موڑ رہی ہے۔

اوصاف حمیدہ: حضرت مولانا حسن جان شہیدؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ علم وعمل، تقویٰ وطہارت،

فقہ وفتویٰ، تحقیق وتدوین، اخلاص وللّٰہیت، جرأت وشجاعت، جہدومجاہدہ، حریت وآزادی اور حق گوئی وبیبا کی غرض ہر صفت میں وہ ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپؒ انتہائی متواضع شخصیت کے حامل تھے۔ طبعاً آپؒ نہایت نفیس، سادہ مزاج اور اصول وآداب کے پکے تھے۔ سیرت وتاریخ میں اللہ تعالیٰ نے ید طولیٰ سے نوازا تھا۔ ہمیشہ ہر کسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا ان کے خمیر میں شامل تھا۔ آپ تبسم کناں، راست گو، فصیح وبلیغ، شرافت ومروت کے پیکر، تواضع وحسن معاشرت میں ضرب المثل، خوف خدا کے سوا ہر ڈر سے بے نیاز، عمیق تجربے اور گہرے مطالعہ کے حامل انسان تھے۔

ع　　　دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

<u>دار العلوم حقانیہ اور حضرت مولانا عبدالحقؒ سے عقیدت:</u> شاید ہی صوبہ سرحد کا کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں آپؒ قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی نشرواشاعت اور وعظ وتبلیغ کیلئے حاضر نہ ہوئے ہوں۔ ویسے تو موصوفؒ صوبہ بھر کے کئی مدارس میں بطور استاذ متعین رہے۔ تاہم دار العلوم حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، مولانا سمیع الحق مدظلہ اور ہم جیسے حقیروں کیساتھ ان کی خصوصی عقیدت، تعلق خاطر اور شفقت رہا۔ جسے وہ تادم شہادت نبھاتے رہے۔ کچھ برس قبل جب میں نے ''تذکرۂ اساتذہ حقانیہ'' کے سلسلے میں ایک سوالنامہ آپؒ کی سوانح حیات حاصل کرنے کیلئے بھیجا تو اس کے جواب میں فرمایا کہ میں خود سوانحی حالات مرتب کرکے دوں گا اور پھر تقریباً ہر ملاقات میں بغیر میرے کسی استفسار کے اس کے لکھ کر دینے کا کہتے رہے۔ ایک آدھ دفعہ احقر نے ان سے کہا کہ آپؒ کے تفصیلی حالات مختلف رسائل اور کتابوں میں چھپے ہیں ان سے میں استفادہ کرلوں گا لیکن ان کا اصرار تھا کہ میں خود ہی خصوصی طور پر لکھ کردوں گا۔ تاہم ان کی شبانہ روز علمی دینی تدریسی، دعوتی اور تبلیغی مصروفیات بیچ میں آڑے رہی۔ افسوس کہ وہ ابھی اپنے حالات مجھے دے نہیں پائے تھے کہ اس عارضی دنیا سے پردہ کرگئے۔ شاید اسی سوالنامے کو مدنظر رکھ کر آپؒ نے ''فانی زندگی کے چند ایام'' کے زیر عنوان خودنوشت سوانح حیات مرتب فرمائی، جواب چھپ بھی چکی ہے۔ بہرحال قارئین کیلئے ان کے مختصر حالات پیش خدمت ہیں۔

<u>نام ونسب:</u> شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان شہیدؒ بن مولانا علی اکبر جانؒ بن حافظ جمال الدینؒ بن مولانا خیر الدینؒ بن مولانا بختیار احمدؒ بن مولانا حسن قریشیؒ۔ نسباً قریشی النسل تھے۔ آپ کے جد امجد مولانا حسن قریشیؒ افغانستان سے چارسدہ میں آکر آباد ہوئے۔

<u>پیدائش:</u> دوم ذوالقعدہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۳۸ء کو محلہ میاں کلے موضع پڑانگ چارسدہ میں پیدا ہوئے۔

<u>حلیہ:</u> مولانا حسن جانؒ ظاہری حسن اور باطنی خوبیوں کا حسین مرقع، سرخ وسفید رنگ، مضبوط لمبا نکلتا ہوا قد، خوبصورت بارعب چہرہ، جس پر سادگی اور علم وفضل کا وقار، فکر وتدبر، حلم ومتانت سے کشادہ پیشانی، بڑی بڑی حسین آنکھیں، چہرے پر لمبی گھنی سفید داڑھی، آواز میں سوز اور گفتار میں بے ساختگی وحلاوت، بس یہی تھا دلکش اور حسین حلیہ۔

ابتدائی تعلیم واساتذہ: صرف ونحو کی جملہ کتابیں شرح جامی تک منطق کے کتب سلم العلوم تک ریاضی اور علم ہیئت کی کتابیں اور میراث وعقائد کی کتابیں آپ نے اپنے والد محترم مولانا علی اکبر جانؒ سے اپنی مسجد میں پڑھیں۔ ان کے علاوہ اپنے بڑے تایا مولانا رحمان الدین نقشبندیؒ اور چچا مولانا حکیم محمد اسماعیلؒ سے فارسی، فقہ، اصول فقہ اور علم طب میں استفادہ کیا۔ شوال ۱۳۷۲ھ سے ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ تک دار العلوم نعمانیہ اتمانزئی میں علمی پیاس بجھاتے رہے۔ اس زمانے میں آپ کے والد اسی مدرسہ میں مدرس تھے۔ یہاں حضرت مولانا عبدالجلیلؒ صدر مدرس، مولانا محمد حسینؒ آف مرزا ڈھیر اور مولانا محمد یوسفؒ سے کسب فیض کیا۔ پھر دار العلوم اسلامیہ چارسدہ علمی خوشہ چینی کیلئے پہنچے جہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ آف مینئ، مولانا کوہستان مرحوم (مولانا کریم شاہ) اور حضرت مولانا عبدالوہابؒ آف کوٹ ترناب کے دروس میں شریک رہے۔

اعلیٰ تعلیم واساتذہ: دورۂ حدیث شریف کیلئے شوال ۱۳۷۵ھ میں لاہور کے مشہور دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ کا رُخ کیا۔ جہاں بقول مولانا حسن جان شہیدؒ انہیں تین دن تک مہتمم مدرسہ مولانا مفتی محمد حسنؒ نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ کے کمرے میں بطور مہمان رکھا اور پھر خصوصی شفقت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کو ایک چھوٹا کمرہ عنایت فرمایا۔ مولانا حسن جانؒ شہید نے احقر سے اپنی آخری ملاقات میں فرمایا کہ میں نے بخاری شریف حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ، ترمذی شریف مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ، مسلم شریف مولانا ضیاء الحق کیمبل پوریؒ، موطائین اور طحاوی حضرت مولانا مفتی محمد جمیل احمد تھانویؒ، اور ابوداؤد شریف صاحبزادہ مولانا عبیداللہ مدظلہ (موجودہ مہتمم) سے پڑھی۔ دورۂ حدیث کا آخری امتحان اس زمانے میں تقریری اور زبانی ہوتا تھا۔ یہ امتحان موصوفؒ سے خیر المدارس کے مہتمم حضرت مولانا خیر محمدؒ نے لیا۔ جس میں آپ بتیس ساتھیوں کے کلاس میں دوسرے نمبر پر رہے۔ شعبان ۱۳۷۶ھ کو دستار بندی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ اور حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ کے مبارک ہاتھوں سے سبز عمامہ کی صورت میں کروائی گئی۔

درس وتدریس: لاہور سے واپسی پر اپنی مسجد میں ابوداؤد شریف، مقامات حریری، شرح چغمنی کے درس سے تدریس کا آغاز کیا۔ یہ سلسلہ تادم شہادت ۵۱ برس تک جاری رہا۔ یہ نصف صدی کا قصہ ہے　　دو چار برس کی بات نہیں

شادی واولاد: ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۰ رستمبر ۱۹۵۸ء اپنی تایازاد لڑکی سے نکاح ہوا۔ آپ کے چار فرزند ہیں' مولانا فیض الحسن' فاضل حقانیہ۔ مولانا عزیز الحسن' مولانا عابد الرحمٰن اور مولانا فخر الحسن　فاضلین امداد العلوم پشاور' اور ایک دختر ہیں جو شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کے عقد میں ہیں۔

مولوی فاضل اور منشی فاضل وغیرہ امتحانات میں اعلیٰ کامیابی: ۱۹۵۸ء میں جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک سے فاضل دینیات کا امتحان پہلی پوزیشن سے پاس کیا اور پھر اسی سال پشاور یونیورسٹی سے مولوی عالم اور اگلے سال مولوی

فاضل اور ۱۹۶۱ء میں منشی فاضل کے امتحانات نمایاں کامیابی پاتے ہوئے پاس کیے۔

امامت وخطابت: فراغت کیساتھ ہی دوران تدریس اپنے علاقے میں امامت کے فرائض بھی انجام دینے شروع کئے بعد میں شوگر ملز کی جامع مسجد میں خطابت رہی اور حین شہادت گزشتہ ۲۰ برس سے درویش مسجد پشاور کی خطابت و سرپرستی پر فائز تھے۔

بطور عربی ٹیچر تعیناتی: ۱۹۵۹ء میں محکمہ تعلیم کی طرف سے بطور عربی ٹیچر جہیؔ علاقہ نظام پور نوشہرہ میں تعینات کئے گئے۔ بعد میں اپنے والد کے توسط سے تبادلہ مڈل سکول پڑانگ کروایا۔

دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں میں شرکت: دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی دور میں دس پندرہ برس تک باقاعدگی سے سالانہ دستار بندی کے جلسے منعقد ہوتے رہے۔اس میں پاک و ہند کے چوٹی کے علماء کرام تشریف آوری فرماتے اور اپنے علمی بیانات سے حاضرین کو محظوظ فرماتے۔آپؒ نے اس زمانے میں کئی جلسوں میں اکابرین کی ملاقات کیلئے نہ صرف شرکت کی بلکہ ان علماء کرام کے بیانات اپنی ڈائری میں نوٹ بھی کرتے رہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ اور تعلیم: ۱۹۶۱ء کے اواخر میں ایک اخباری تراشے میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلے کا شیڈول دیکھ کر ایک عریضہ سعودی سفیر کے نام عربی اور انگریزی میں مولانا یوسف بنوریؒ کے سفارشی خط کے ہمراہ بھیجا۔اس کی منظوری پر آپ نے ۱۹۶۲ء میں سکول کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔پاسپورٹ اور ویزے کے مراحل طے کرنے کے بعد کراچی پہنچے جہاں معلوم ہوا کہ آپ کے دو دیگر ساتھیوں مولانا عبداللہ کاکاخیلؒ اور مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہ کا داخلہ بھی ہو چکا ہے۔ یہاں دو تین ہفتے سعودی قونصلیٹ اور پاکستانی وزارت خارجہ کے درمیان اس بات پر نوک جھونک رہی کہ ان طالب علموں کا داخلہ براہ راست کیوں کیا گیا۔مولانا شہیدؒ فرماتے کہ مجھے اس بات پر کافی پریشانی اٹھانی پڑی اس لئے کہ میں اپنی تمام کشتیاں جلا کر آیا تھا۔آخر یہ معمہ حل ہو گیا اور روانگی طے ہوئی۔قیام کراچی کے دوران ہی خواب میں رسول اللہ ﷺ کی رؤیت کا شرف حاصل ہوا جس میں آپ ﷺ کے ساتھ معانقہ کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو چوما۔یہاں سے بذریعہ بحری جہاز سفینۃ الحجاج ہفتہ بھر میں جدہ پہنچے۔عمرے کی ادائیگی سے فراغت پر مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔چار برس تک یہی تعلیم پانے کے بعد اگست ۱۹۶۶ء میں وطن واپس پہنچے۔واپسی پر شام، فلسطین اور اُردن کی مبارک سرزمین دیکھنے کے لئے بھی جانا ہوا۔

حفظ قرآن: قیام مدینہ کے دوران اپنی کوشش اور محنت کی بدولت حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

مدینہ سے واپسی پر تدریس: مدینہ منورہ سے واپسی پر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے بنوری ٹاؤن اور مولانا عبیداللہ مدظلہ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس کی پیشکشیں کیں۔لیکن وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔اپنے والد کے حکم سے دارالعلوم [illegible] شوال ۱۳۸۶ھ سے تدریس کا آغاز کیا جہاں جملہ حدیث کے کتب آپ کیلئے

پڑھاتے تھے' سات برس تک اسی مدرسہ میں پڑھایا اور پھر دار العلوم عربیہ ٹل میں بطور شیخ الحدیث تعیناتی ہوئی' تین برس تک ٹل میں پڑھایا' اس دوران نواب امیر محمد خان کی طرف سے اکبر دار العلوم مردان میں تدریس کی پیشکش ہوتی رہی

ایم اے، گولڈ میڈل، اور صدارتی انعام: ۱۹۷۱ء میں ایم۔اے کے امتحان میں پوری یونیورسٹی میں اول آئے اور گولڈ میڈل و صدارتی انعام کے مستحق قرار پائے۔

دار العلوم حقانیہ میں تقرری: جد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی دعوت پر دار العلوم حقانیہ میں شوال ۱۳۹۶ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء کو ۶۰۰ روپیہ ماہوار پر تقرر ہوا۔ قیام دار العلوم کے دوران ترمذی شریف اور بخاری شریف کے کچھ حصص، مشکوۃ شریف جلد ثانی، اور تصریح کا درس دیتے رہے۔ دو برس تک دار العلوم حقانیہ میں تدریس کا زمانہ رہا۔ ہمیشہ دار العلوم حقانیہ سے جدائی پر افسوس کرتے تھے اور حقانیہ کے برکات کا اعتراف ہر مجلس میں کرتے۔ ایک جگہ استاذ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی کے زیر ادارت نکلنے والے ماہنامہ "القاسم" میں "فانی زندگی کے چند ایام" کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ "حضرت شیخ الحدیث کے خاندان سے خصوصی تعلق اور فکری و نظریاتی اتحاد رہا۔ جو آج تک قائم و دائم ہے۔" آگے لکھتے ہیں "نیا دور اور تعمیراتی ترقی حضرت مولانا سمیع الحق کی مخلصانہ کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مزید ترقی فرمائیں۔ آمین" آگے حضرتؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ "حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے اخلاص، تواضع اور شفقت میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرتؒ کی صحبت سے پہلے کبھی کبھی دل میں یہ خیال آتا کہ حضرتؒ کا تواضع متکلفانہ نہ ہو۔ مگر انکی صحبت اور دار العلوم میں رہنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ آپکی طبعی صفت تھی۔ اپنے بچوں کیساتھ نہایت متواضعانہ برتاؤ میں تکلف نہیں ہوسکتا۔ میں اکثر دعا میں حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا شمس الہادی شاہ منصور باباجی جیسے نیک اخلاق لوگوں کے وسیلے سے اپنے لئے اللہ رب العزت سے دعا مانگتا ہوں"

دار العلوم اکبر مردان اور پھر امداد العلوم پشاور میں: حقانیہ کے بعد ۱۳۹۸ھ سے ۱۴۰۳ھ تک اکبر دار العلوم مردان میں پڑھایا۔ اور شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق ۵ رجون ۱۹۸۲ء سے تادم شہادت جامعہ امداد العلوم شاہ فیصل مسجد پشاور میں بحیثیت صدر مدرس و شیخ الحدیث خدمات انجام دیں۔

مسجد درویش اور امداد العلوم کا پس منظر: بات درویش مسجد تک پہنچی تو آئیں ذرا اسکے تاریخی پس منظر پر نظر ڈالیں۔ درویش مسجد کے قیام سے قبل پشاور صدر میں اسی مقام پر صیہونیت اور فری میسن تحریک کا ایک بہت بڑے اڈا قائم تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے علاوہ تمیں اور فری میسن لاج ملک کے مختلف گوشوں میں سرگرم عمل تھے۔ یہ تنظیم عالم اسلام میں ملت مسلمہ کے خلاف مختلف سازشوں اور سرگرمیوں کی آماجگاہ بنی رہی۔ حضرت مولانا سمیع الحق نے اس مسئلہ کو ۱۹۷۲ء میں قرارداد تحاریک التواء اور مختلف سوالات جمع کر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے نام سے قومی اسمبلی میں اٹھایا اور یہ عمارتیں ان کے قبضہ سے لینے کی تجویز پیش کی۔ طویل جدوجہد کے نتیجہ میں فری میسن پر

پابندی لگانے کا فیصلہ ہوا اور ملک بھر میں ایسی عمارتیں حکومتی تحویل میں لی گئیں۔ پشاور کی اس فری میسن لاج پر جامعہ مسجد درویش بنائی گئی۔ جس کی سرپرستی مولانا فقیر محمدؒ اور مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ نے کی۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اپنی کتاب ''مکتوبات مشاہیر بنام حضرت مولانا سمیع الحق'' کے عنوان ''مکتوبات مولانا محمد اشرفؒ'' کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ پشاور صدر میں مال روڈ پر فری میسن لاج کے نام سے ایک پرشوکت عمارت تھی' ناچیز نے اس وقت کے قومی اسمبلی میں والد ماجد شیخ الحدیث قدس سرہ کے نام پر یہ مسئلہ سوالات تحریک التوا وغیرہ کے ذریعہ اٹھایا' اس وقت کے وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان نے جواب میں ایسے تمام مراکز جو صیہونی سازشوں کے اڈے ہیں' کو قومی تحویل میں لینے کا اعلان کیا۔ اور فوری طور پر پشاور کی یہ عمارت بھی مولانا محمد اشرفؒ نے ایک جامع مسجد میں بدل دی۔ اور درویش مسجد کے نام سے اس عظیم عمارت کو اسلامی مرکز میں بدل دیا اور حضرت علامہ مولانا فقیر محمدؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ کی سرپرستی میں اسمیں مدرسہ اور دارالعلوم قائم کیا۔ اس معاملہ کی تفصیلات والد ماجد کے قومی اسمبلی میں جدوجہد کی داستان ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' قرارداد ۱۴ میں شامل ہو چکی ہیں۔ اس معاملہ میں اس حقیر کی کوشش کیا عجب نجات آخرت کا ذریعہ بن جائے۔ فری میسن عمارات کی ضبطگی کا معاملہ پشاور تک محدود نہیں بلکہ پورے ملک پر لاگو ہو گیا۔ فالحمدلله علی توفیقه ہمارے قابل فخر اور جگری دوست شیخ الحدیث مولانا حسن جان نے دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کے بعد اس ادارہ کو خطابت وتدریس کیلئے اپنا مستقر بنایا۔ وہی اسکے روح رواں بنے۔ اور تادم تحریر آج ہی اس شہید اسلام کا جنازہ ہم نے اسی مسجد سے اٹھایا اور علم وارشاد کے اس درخشندہ ستارے کو سپرد خاک کر دیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔''

ممبر قومی اسمبلی: ۱۹۹۰ء میں عوامی نیشنل پارٹی کے بڑے سپوت خان عبدالولی خان کے مقابل قومی اسمبلی کے نشست پر بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ جس کے نتیجے میں خان صاحب نے دل برداشتہ ہو کر سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کیا۔ کچھ عرصہ اسمبلی میں گزارنے کے بعد فرمایا کہ شاید ہی اس طریقے سے اسلام کی کوئی خدمت اور نفاذ اسلام ممکن ہو سکے۔ یہی وجہ تھی کہ دوبارہ ہزار کوششوں کے باوجود وہ الیکشن میں حصہ دار نہ بنے۔

شہادت: ہفتہ ۲ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۲۰۰۷ء کو کچھ افراد نکاح کے بہانے آپ کو لے کر گئے اور پھر وزیر باغ کے علاقہ میں مظلومانہ انداز سے شہید کر دیا۔ اللهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة تاریخی نماز جنازہ کے بعد آسمان علم وعمل کے اس عظیم درخشندہ ستارے کو جامعہ احسن المدارس واقع برلب شیخ ولہ گڑھی رشیدہ جھگڑا پشاور میں سپرد خاک کیا گیا۔

احقر سے قربت: ایران اور حرمین شریفین کے اسفار میں آپ سے ناچیز کو کافی قربت حاصل ہوئی۔ عظیم المرتبت ہونے کے باوجود اصاغر پروری کی بنیاد پر ہر کہیں مجھے خصوصی شفقت اور پیار ومحبت سے نوازتے۔ جہاں بھی ملتے محبت وشفقت کی بدولت احقر کو سہارا بنا کر اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر چلتے۔

الحق میں جب احقر نے سفر ایران جون ۲۰۰۶ء کا سفرنامہ بعنوان ''مولانا سمیع الحق اور مولانا شیر علی شاہ کا دورۂ ایران'' لکھنا شروع کیا تو کئی دفعہ ظرافت میں مختلف مواقع پر فرمایا کہ ہمارا دورۂ ایران تو تم نے گول کر دیا نہ تو دوسری مرتبہ ایران لے کر گئے اور نہ ہی ہمارے دورے کا ذکر کیا۔ بعد میں اس کی تلافی کرتے ہوئے اس سفر کے تفصیلی حالات بھی الحق میں قسط وار شروع کئے۔ اس سفر کی تفصیلات لکھنے کے دوران ایک دفعہ شہید مظلوم سے فون پر کانفرنس میں ان کی طرف سے پیش کیا جانے والا مقالہ شامل اشاعت کرنے کیلئے عرض کیا تو فوراً اگلے ہی دن ایک طالبعلم کے ہاتھ ارسال فرمایا۔ اس مقالہ کے ہمراہ آپؒ نے اپنے قلم سے لکھا ہوا جو خط بھیجا وہ پیش ہے:

'' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱۴۲۸/۲/۲۹ھ، ۲۰/۳/۲۰۰۷ء

برادر محترم مولانا عرفان الحق مدظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حسب الارشاد ''عربی مقالہ'' اور ایران کے دورے کا مختصر بیان اور ایرانی شیعوں کے بارے میں چند تاثرات پیش خدمت ہیں۔ ''الحق'' میں شائع کرانے سے ممنون فرماویں۔ حضرت مولانا قائد صاحب اور دیگر اہل بیت کرام اور اساتذہ کرام کی خدمت میں تحیہ سلام وآداب عرض کیجئے۔ والسلام از محمد حسن جان۔'' خط کے ہر ہر لفظ سے شفقت ومحبت اور تواضع ٹپکتی ہے۔ افسوس کہ اسوقت عربی سے اردو ترجمہ نہ ہونے کی وجہ اسکی اشاعت اس خیال سے نہ ہوسکی کہ مولاناؒ خود ترجمہ کرینگے تو شائع کیا جائیگا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ ان شاء اللہ آئندہ کی اقساط میں قارئین کی خدمت میں ان کی دیگر تقاریر کے ساتھ پیش کرونگا۔

<u>آخری ملاقات:</u> آپؒ سے آخری تفصیلی ملاقات دو تین ماہ قبل حاجی غلام فرید سُنار صاحب کی فیکٹری کے افتتاح کے موقع پر حیات آباد پشاور میں ہوئی۔ جہاں حضرت مولانا شیر علی شاہ اور حضرت مولانا مغفور اللہ مدظلہم بھی موجود تھے۔ اس موقع پر احقر کے مختلف سوالات کے جواب میں آپؒ اور مولانا شیر علی شاہ صاحب نے اپنی زندگی کے تعلیمی دور پر خاص روشنی ڈالی۔ افسوس کہ وہ سب کچھ محفوظ نہ کیا جاسکا۔ تاہم چند ایک باتیں جو یاد ہیں نذر قارئین ہیں۔

<u>سرحد کے ایک نواب کی بیٹی سے شادی کی پیشکش:</u> فرمایا کہ جامعہ اشرفیہ میں دوران تعلیم ایک دفعہ مجھے مولانا مفتی حسنؒ نے اپنے کمرے میں بلا کر کہا کہ اپنے والد صاحب کو لاہور بلاؤ۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ نہ معلوم کس لئے بلا رہے ہیں۔ لیکن پوچھنے کی ہمت نہ ہوسکی میں نے اپنے والد صاحبؒ کو حسب حکم بلایا۔ وہ آئے اور مفتی حسنؒ سے تنہائی میں ملاقات کی۔ بعد میں والد صاحبؒ نے بتایا کہ مفتی صاحبؒ نے ان (مولانا حسن جان) کیلئے سرحد کے ایک بڑے نواب کی بیٹی سے شادی کی پیشکش کی۔ وہ نواب مفتی حسنؒ کے بیٹے سے اپنی بیٹی کی شادی کروانا چاہتا تھا لیکن مفتی حسنؒ نے کہا کہ لاہور سے سرحد کافی دور ہے اس کا ایک اور بہتر نعم البدل یعنی مولانا حسن جان میرے پاس ہے۔ لیکن مولاناؒ کے والد نے یہ کہہ کر انکار فرمایا کہ ہمارے اپنے گھر میں تایازاد لڑکی سے ان کی بات طے ہوچکی ہے۔

<u>بامیان کے بُت:</u> افغانستان کے تحریک طالبان کی بات چلی، جس کی آپؒ نے بھرپور سرپرستی اور معاونت فرمائی

تردد تھا، وہ سرے سے ان کو بُت (جن کی پرستش ہو) نہیں مان رہے تھے۔ تو میں نے انہیں یاقوت حموی کے معجم البلدان کا حوالہ دیتے ہوئے قائل کیا کہ اس نے اپنی کتاب میں ان بتوں کی باقاعدہ پرستش کے بارے میں لکھا ہے۔ لہٰذا اس کا مسمار اور ختم کرنا ہی عین شریعت کا تقاضا ہے۔ جس کے بعد انہوں نے برملا طالبان کی تائید کی۔

مولانا کاندھلویؒ کی پہلی دفعہ زیارت: فرمایا کہ جب پہلی بار جامعہ اشرفیہ میں داخلے کیلئے پہنچا تو دیکھا کہ وہاں ایک شخص ہندوستانی وضع قطع کے نحیف البدن نلکے سے پانی بھر رہے ہیں۔ میں نے کسی سے مولانا کاندھلویؒ کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہی نلکے سے پانی بھرنے والے کاندھلویؒ صاحب ہیں۔ جس سے ان کی اس بے تکلفی اور تواضع دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس واقعہ کی ہیبت آج تک میں محسوس کرتا ہوں۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ کیلئے پیغام: فرمایا کہ مولانا سمیع الحق کو میرا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ اکیلے اکیلے بیرون ممالک کی سیر وسیاحت میں مصروف ہو ہمیں بھی کہیں کہیں اپنے ساتھ لے جایا کرو۔

بھانجی کے بارے میں ڈاکٹر کے پاس خود جانے کی پیشکش: میرے بہنوئی سید حاجی گل شاہ اور اس کی بیٹی یعنی میری بھانجی چھوٹی زہریٰ بھی اس مجلس میں ہمارے ساتھ تھی۔ اس کی آنکھوں کی تکلیف دیکھ کر خود فرمایا کہ ایک آدھ دن میں پشاور آؤ تو اس بچی کو ساتھ لے آؤ میں تمہارے ساتھ ڈاکٹر ضیاء الاسلام (آئی سپیشلسٹ) کے پاس جاؤں گا تاکہ اس کا صحیح علاج ہوسکے۔ اس سے ان کی اصاغر پروری اور شفقت کا خصوصی برتاؤ سامنے آتا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں آخری تاثرات: فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے بعد ان کے خانوادے میں علم کا تسلسل ہی دارالعلوم کی ترقی کا ضامن ہے۔ کسی بھی مدرسے کی ضرورت اور تعمیر وترقی سے صحیح معنوں میں اہل علم ہی باخبر ہوتے ہیں۔ دنیادار اور بے علم مدرسے اور طلباء کی ضروریات وترقی کو کیا سمجھیں۔ شیخ الحدیثؒ کے خانوادے میں ان کے فرزندوں کے بعد آپ جیسے نوجوانوں کی علم سے دیرینہ وابستگی قابل تحسین ہے۔

علمی نسبت اور روزی کی فراوانی: فیکٹری میں بعض مزدوروں کو کام کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ یہ بھی ہماری ہی طرح کے انسان ہیں۔ دھوپ، بارش، گرمی، سردی ہر موسم میں روزی کے حصول کیلئے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم کی نسبت سے ہمیں ان کاموں سے فارغ کردیا ہے۔ پکی پکائی تیار وافر مل جاتی ہے۔ اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ لئن شکرتم لا زیدنکم

حج وعمرہ کا ارادہ: مجھے دو تین برس سے حرمین وشریفین میں مولاناؒ کی معیت وصحبت حاصل ہوئی۔ اس مجلس میں فرمایا کہ میں نے اور حاجی فرید صاحب نے حج کے لئے داخلہ کیا ہے۔ اور رمضان میں بھی عمرہ کے ارادہ ہے۔ تمہارا کیا پروگرام ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی آپ کے تو بڑے بڑے مرید ہیں۔ کسی سے کہہ کر ہمیں بھی ساتھ لے چلیں۔ تو فرمایا کہ ہم سے بڑھ کر تو آپ کے مرید ہیں۔ مولانا شیر علی شاہ مدظلہ نے تائید کرتے ہوئے کہا کہ بالکل بجا فرمایا۔ لیکن کسر کا خر تھی ا کہ یہ شمع بہت جلد بجھنے والی ہے۔ اللھم فلا تحرمنا احرھم و لا تفتنا بعدہ